

## اسلامی قانون [فقہ]

من یرد اللہ بہ خیر ایفقہ فی الدین

فقہ کے معنی میں : سمجھ بوجھ :

ٹیکنکل انداز سے کہا جاسکتا ہے : العلم بالاحکام الشرعیہ

العملیہ المکتسبہ من ادلتہا التفصیلیہ۔ مذہبی علمی [فریگی]

معاملات کی گہری سمجھ بوجھ جسکی ڈٹیل دلیلوں سے ملی ہو۔

علمی کا مطلب ہی یہ ہے کہ آئیڈیاز نظریات عقائد کا ایک الگ بجکٹ ہے اسکو فقہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اسکو علم کلام کہا جاتا ہے

فقہ کی اہمیت اور ضرورت

اس بجگٹ کو سیکھنا کبھی [۱] فرض عین ہوتا ہے

ہر: مکلف [جو ہوشمند ہو اس] کے لئے ان تمام احکام کا سیکھنا ضروری ہے جو اسکے لئے ضروری ہیں جیسے وضوء نماز روزہ وغیرہ

[۲] واجب -- اس کام کا سیکھنا ہر اس شخص پر ضروری جو یہ

کام کرنا چاہے جیسے حج کے احکام یا نکاح طلاق وراثت کے احکام بزنس پر اپریٹیز کے احکام وغیرہ۔

[۳] فرض کفایہ -- کچھ کا سیکھنا بہت ضروری ہے تاکہ سب احکام

محفوظ رہیں ورنہ سب ضائع ہو جائیں گے۔ جیسے تجوید قرآن

۔ حفظ قرآن۔ احادیث کا علم۔

[۴] **نفل**۔ جسکا کرنا بہت ضروری نہیں جیسے تہجد کے احکام  
تسبیحات نافلہ عقیقہ کے احکام وغیرہ۔۔

### فقہ کے پانچ عہد [پیریڈ] ہیں

[۱] رسالت والا زمانہ۔ جسمیں ہر مسئلہ کے حل کی فتویٰ کی یا قانون  
سازی کی ذمہ داری خود رسول مقبول صلی اللہ پر تھی کبھی کبھی سائل  
کے جواب میں فوری طور پر وحی آجاتی تھی۔ جیسے حضرت ثعلبہ بن  
نے ظہار کے بارے میں پوچھا اور یہ آیت آگئی **قد سمع الله قول**  
**التي تجادلک فی زوجها وتشتکی الی الله۔**

گویا رسول کے الفاظ اعمال انکے سامنے کے اقوال یا اعمال جسکو  
رسول نے رد نہ کیا ہو قانون سازی کی بنیاد اساس یعنی: بیس: بنے۔

اس وقت تین بنیادی اصول بن گئے۔

**عدم حرج**۔ یعنی کسی کو فقہہ [اسلامی قانون] کی وجہ سے پریشانی یا تکلیف نہ ہو کیونکہ قرآن کہتا ہے: **ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج**۔ المائدہ ۶ **يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر**۔ البقرہ۔ ۱۸۵

**قلت تکلیف**۔ اس کا مطلب ہے کسی پر احکام کا بوجھ نہ ڈالا جائے فرمان ہے: **لا يكلف الله نفسا الا وسعها**۔: **يريد الله ان يخفف عنكم**

: **تدریج**۔ عرب جاہل معاشرہ اتنا بگڑچکا تھا اسکو حکمت عملی سے ہی بدلا جاسکتا تھا جیسا کہ شراب بندی کے لئے تین بار حکم آیا پہلے کہا گیا: **فیہما اثم کبیر**۔ اس میں بڑا گناہ ہے پھر فرمایا گیا

**لا تقربو الصلوة وانتم سكرى:** نماز کے قریب بھی مت جاؤ اگر نشہ  
میں ہو پھر حکم دیا گیا: **رجس من عمل الشيطان:** کہ یہ شیطانی کام کی  
گندگی ہے۔

اس زمانہ میں قانون سازی کے لئے صرف دو ہی بنیادی  
ماخذ [سورسز] تھے۔

**قرآن**۔۔۔ جو کہ تئیس سال پانچ ماہ سترہ دن میں نازل ہوا  
۔ اس میں ۱۱۴ سورتیں ہیں جسکی پہلی سورت سورہ فاتحہ اور آخری  
سورت سورہ الناس ہے یہ **ترتیب لوحی** کہلاتی ہے کیونکہ اسی  
طریقہ سے لوح محفوظ پر قرآن موجود ہے۔

**ترتیب نزولی** یہ ہے کہ پہلی پانچ آیتیں سورہ علق کی نازل ہوئیں

اور آخری آیت بقرہ کی آیت نمبر ۸۲ **واتقوا یوماً ترجعون** ہے

قرآن کے پڑھنے کے اسٹائل اور لکھاؤ کے اسٹائل پر ایمان  
لانا ضروری ہے ہم قرآن کو کسی گلوکار سے نہیں پڑھ سکتے  
یا میوزک کے سروں پر کمپوز نہیں کر سکتے یا کمپیوٹر سے ڈائریکٹ  
نہیں پڑھ سکتے۔

اسی طرح جس انداز سے لکھا ہوا ہے ہم اس کے تحریری انداز کو  
تبدیل نہیں کر سکتے جسکو **رسم عثمانی** کہا جاتا ہے حتیٰ کہ ہم ایک  
کومہ یا فل سٹاپ بھی نہیں لگا سکتے۔

**ملکی آیات** [جو تقریباً تیرہ سال تک نازل ہوئیں] اس میں آئیڈیاز  
 یعنی عقائد اور نظریات کی تفصیل ہے۔ جبکہ **مدنی آیات** [جو  
 تقریباً دس سال نازل ہوئیں] اس میں زیادہ تر واقعات اور عملی  
 قوانین ہیں۔ یہ ہم تک [متواتر] اتنے افراد کے ذریعہ پہنچا ہے  
 کہ انکا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہے اور خود قرآن نے کہا ہے۔  
**وانا لہ لحافظون**۔۔ یعنی ہم اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔  
 یہ انسانوں پر بہت بڑا احسان ہے خدا کے کلام کو لفظ بلفظ ہم ادا  
 کر سکتے ہیں۔ اسکا ایک ایک لفظ ہمارے لئے حجت یعنی دلیل  
 ہے اور ہر لفظ پڑھنے پر دس نیکی بھی ملتی ہیں اگر کوئی بات  
 نہیں سمجھ میں آرہی ہے تب بھی ہم اس پر یقین [بلیو] کرنا ہوگا



[ویسے احادیث وغیرہ کے ذریعہ اسکو سمجھا جاسکتا ہے بلکہ اسکو  
سمجھنا ہمارے لئے ضروری ہے]۔۔

دوسرا ماخذ [سورز] سنت یعنی حدیث ہے۔

قرآن کی تشریح بھی ہے اور قانون بھی ہے جیسا کہ قرآن نے  
کہا: مردار اور خون حرام ہے اور حدیث نے قانون دیا مچھلی، ڈنڈی  
جگر تلی حلال ہے۔ گویا اس قول کی ڈیل بتادی۔

یا حدیث بتا رہی ہے کہ پھوپھی یا خالہ بھانجی سے ایک  
ساتھ شادی نہیں کر سکتے جبکہ قرآن میں اسکا بالکل ذکر نہیں۔



گویا قرآنی الفاظ ہی نہیں بلکہ **سنت** [حدیث] بھی اسلامی قانون  
ہے کیونکہ رسول کی بات اللہ کی بات کی تشریح ہی ہے۔

**سنت تین طرح سے ہو سکتی ہے۔**

**قلی سنت**۔۔ یعنی زبان سے رسول صلی اللہ نے کچھ فرمایا ہو  
جیسے۔ **خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ**۔ تم میں سب سے اچھا  
وہ ہے جو قرآن سیکھے سیکھائے۔

**فعلی سنت**۔۔ یعنی کوئی کام کر کے دکھایا ہو۔ جیسے نماز روزہ حج  
وغیرہ کر کے دکھائے

**تقریری سنت**۔ یعنی رسول کے سامنے کوئی قول یا عمل آیا ہو اور انہوں نے اسکو منع نہیں فرمایا۔ جیسے عید کے دن بچوں نے دف بجایا مگر رسول نے اسکو منع نہیں کی تو قانون یہ بنا کہ دف بجانا جائز ہے۔۔

**یہ قانون کے اصل ماخذ ہیں** جو انسانی عقل اور تجربہ سے ماوراء ہیں۔ اگر ہم ایمان والے [بلیور] ہیں تو انکے ہر الفاظ پر ہم یقین کرنا پڑے گا۔ اسمیں ہم اپنی عقل لگا تو سکتے ہیں **لدا نہیں** سکتے۔ کیونکہ اسکی مصلحتیں اور فوائد اتنے لوجھلی ہیں جنکو ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکتے۔ کیونکہ ہم انسانوں کی عقل محدود

[لمیٹڈ] ہے اسلئے کہ ہم میٹیریل سے بنے ہوئے محدود ہیں۔ مگر وہ

قانون بنانے والا جو سپر پاور ہے غیر محدود [ان لمیٹڈ] ہے۔

ہم انسانی جذبات تجربات زمان و مکان کی حدود میں سوچتے ہیں

جس میں یقیناً کمی رہ جاتی ہے۔ اسلئے سمجھداری یہی ہے کہ

قرآن و حدیث پر ہم یقین کریں دوسری مذہبی کتابوں پر بھی ہم

یقین کر سکتے ہیں مگر وہ اتھانک نہیں ہیں۔

رہ گئی انسانی عقل تو اسکو بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ اسکے

ذریعہ اندہ و شواس سے بچایا گیا۔ عقل کے ذریعہ قرآن و حدیث

کے جو فارمولے ہیں انکو اپلائی کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے

اسی لئے فقہ کے ماخذ صرف قرآن و حدیث ہی نہیں پانچ بلکہ  
آٹھ مزید ہیں جو انسانی عقل سے تعلق رکھتے ہیں۔

اجماع۔ قیاس۔ استحسان۔ استصحاب۔ یہ چار ماخذ [سورسن] قانون  
بنانے میں اور تین، سد ذرائع، عرف عام، مصالح مرسلہ،  
قانون بچانے میں مدد کرتے ہیں۔

**اجماع**۔ اسکے معنی ہیں پختہ ارادہ کرنا۔ عزم کرنا۔ جب کہ اجماع

کا مفہوم یہ بھی ہے سب ملکر جمع ہوں اور پھر کسی بات پر پختہ  
ارادہ کر لیں۔ قرآن کہتا ہے۔

**فاجمعوا امرکم وشرکا نکم۔۔۔** تم اپنا معاملہ اپنے ساتھیوں

کے ساتھ مل کر پہنچنے طور پر طہ کرلو۔ یا اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے

**هو اتفاق المجتہدين في عصر من العصور على حکم**

**شرعی۔** کسی خاص زمانہ میں تمام مجتہدین [سکالرز] کا اسلامی قانون کے کسی ایک

فارمولے پر متفق ہو جانا۔ کیونکہ حدیث موجود ہے: **ان امتی لاتجتمع**

**على الضلالة:** یعنی امت کا گراہی پر اجماع نہیں ہو سکتا اسکی بہت سی مثالیں

ہیں جو حکم واضح طور پر [کلیر] قرآن و حدیث میں نہیں ہے مگر سب اسکے ناجائز ہو

نے پر متفق ہیں۔ مثلاً کوئی مسلمان عورت کسی غیر مسلم سے شادی نہیں کر سکتی

یا پھوپھی اور بھتیجی سے ایک ساتھ شادی نہیں کی جاسکتی۔ حالانکہ قرآن میں یہ

قانونلفظوں میں کہیں نہیں لکھا ہے۔

**اجماع کی کچھ شرطیں ہیں۔**

[۱] اجماع شرعی موضوع پر ہو کسی خارجی سبجکٹ پر نہ ہو

[۲] جمع ہونے والے افراد اتھانک [مجتہد] ہوں ورنہ اجماع نہیں ہو گا۔

[۳] رسول کی وفات کے بعد کسی مسئلہ پر اجماع ہو اہو۔ جیسے تراویح وغیرہ

[۴] کسی آیت یا حدیث سے کچھ نہ کچھ اشارہ ملتا ہو

اجماع میں سب سے اول نمبر کا اجماع وہ ہے جو صحابہ کرام کا کسی سبکت پر اجماع ہو اہو۔ کیونکہ رسول کے مزاج کے سب سے قریب وہی تھے۔ وہ پریکلی رسول کے ساتھ رہے۔ اور سچے پکے انسان تھے۔ لہذا ان کی اجتماعی عقل اور تجربات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ ہاں کسی ایک صحابی کی رائے کو مانا بھی جاسکتا ہے اور نہیں بھی مگر بہتر ہے مانا جائے کیونکہ وہ ہم سے زیادہ سچے پکے انسان تھے۔

**صحابہ کا اجماع کچھ چیزوں پر**

[۱] مرتدین کے خلاف جنگ۔

[۲] جمع و تدوین۔ یعنی قرآن کے ایک انداز تحریر [لکھائی کا سائل جسکو رسم عثمانی

کہا جاتا ہے اس] پر سب صحابہ متفق ہو گئے۔

[۳] منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا اعلان جس کا آغاز حضرت ابو بکر سے ہوا

[۴] خوارج اور باغیوں کے خلاف جہاد کا اعلان۔

[۵] غیر مسلموں سے معاہدات

[۶] باجماعت نماز تراویح کا اہتمام

صحابہ کرام کے عقل استعمال کرنے کا طریقہ۔

[۱] اگر قرآن و حدیث میں کلیر قانون نہیں ملا تو تمام صحابہ آپس میں مشورہ

کرتے اور جس رائے پر سب متفق ہو جاتے وہ قانون بن جاتا۔

[۲] قیاس۔ یہ بھی عقل کے استعمال کا ایک ذریعہ ہے۔ اسکے معنی ہیں ایک چیز

کو دوسری چیز سے ناپا جائے۔ **هو الحاق فرع باصل في الحكم لعله**

**جامعۃ بینہما۔** ایک جیسا سبب [ریزن] ہونے کی وجہ سے فرع [برانچ] کو

اصل [جڑ] جیسا بنادینا۔ یعنی اگر کسی معاملہ کا سبب [ریزن] ایک ہے اور وہ

قرآن یا حدیث میں قانون ہے تو عقل کے ذریعہ اس ہی جیسا قانون بنانا جو قرآن



وحدیث میں نہیں ہے مگر دونوں کا سبب [ریزن] ایک ہے۔ جیسے شراب نشہ کی وجہ سے ناجائز ہے تو: **ڈر کس**: یا اس جیسی تمام چیزیں ناجائز ہو گئی حالانکہ قرآن میں لفظ: **ڈر کس**: کہیں نہیں لکھا ہے گویا یہ اللہ کی طرف سے لکھا ہوا حکم نہیں ہے مگر عقل انسانی ایک سبب کی وجہ سے **ڈر کس** کو بھی ناجائز کہتی ہے

- قیاس میں چار پوائنٹ ضروری ہیں۔

**اصل**۔ وہ قانون جو قرآن و حدیث میں ہے۔

**علت**۔ سبب [ریزن] ایک ہو۔

**فرع**۔ وہ قانون جو قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

**حکم**۔ یعنی قانون

**استحسان۔۔ العمل بقوی الدلیلین۔** یعنی اگر دو دلیلیں ہیں تو ان میں

جو زیادہ قوی ہے اس دلیل کو لیکر اس پر عمل کیا جائے۔ مگر امام شافعی اسکو ذریعہ

نہیں مانتے بلکہ وہ اسکو شریعت سازی کہتے ہیں۔

استحسان کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ

---

---

---

## استصحاب

اسکے معنی ہیں صحبت برقرار رکھنا [یعنی دلیلوں سے ٹچ میں رہنا] عربی میں کہا جاتا

ہے **هو بقاء الامر على ماكان عليه مالم يوجد ما يغيره۔**

[اگر کوئی سبب نہیں ہے تو معاملہ جیسا ہے ویسا ہی برقرار رکھا جائے]۔ یعنی اگر

کوئی چیز جائز ہے تو اسکو جب تک جائز ہی سمجھا جائے گا جب تک اسکی ممانعت کی

کوئی دلیل نہیں ملتی۔ یا اگر کوئی چیز ناجائز ہے تو وہ جب تک ناجائز ہوگی جب تک اسکے جائز ہونے کا کوئی قانون نہیں ملتا۔ جیسے خود کشی ناجائز ہے چاہے وہ خود کش حملہ ہی کیوں نہ ہو ہاں اگر کوئی قرآن یا حدیث میں اسکے برخلاف قانون دکھادے تو حکم بدل جائے گا۔ گویا عقل جب اس فارمولے کو استعمال کرے گی۔ تو یہ **استصحاب** کہلائے گا اسکو مالکی شافعی حنبلی اور اہل ظاہر وغیرہ مانتے ہیں۔ مگر احناف اسکو ذریعہ نہیں مانتے۔

### استصحاب کے کچھ خاص فارمولے

[۱] **الاصل فی الاشياء الاباحة:** گویا ہر چیز جائز ہے جب تک انکے ناجائز ہونے کی دلیل نہ ہو۔

[۲] **الاصل برائۃ الذمۃ:** یعنی اصل میں کوئی بھی مجرم نہیں

[۳] **الیقین لایزول بالشک** گویا یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو شبہ ہو گیا وضو ٹوٹ گیا تو شبہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

## مصالح مرسلہ

۔ یعنی نفع حاصل کرنا نقصان دور کرنا۔۔۔۔۔ یہ تین طرح کا ہوتا ہے

مصالح معتبرہ = اسلام نے جسکو ویلوشن دی ہو جیسے جان و مال کی حفاظت۔

مصالح ملغاة، اسلام نے بیکار قرار دیا ہو، مثلاً وراثت میں عورت مرد کی برابری

مصالح مرسلہ۔ وہ معاملات جو نہ لغو ہوں نہ معتبر ہوں۔ یہ کسی بھی زمانہ میں

ہو سکتا ہے۔ جیسے تدوین قرآن یا مجاہدین کے لئے ریکارڈ بنا کر رکھنا وغیرہ

مالکی اور کچھ دیگر: اتھانک حضرات: اسکو بھی ذریعہ مانتے ہیں مگر بقیہ سکالر اسکو

قانون یا اسکا ذریعہ نہیں مانتے

## سد ذرائع۔ روکنا

هو المنع عما يوصل به الى شينى الممنوع المشتمل على  
مفسدة۔ ان کاموں سے روکنا جن کے ذریعہ ممنوع چیز تک رسائی ہو سکے مثلاً۔  
عورتوں کی طرف سیکس سے دیکھنا کیونکہ اس سے زنا کی طرف بڑھا جاسکتا ہے۔

امام مالک اور احمد اسکو بھی عقلاً استعمال کرنے کا ایک ذریعہ مانتے ہیں جیسا کہ ارشاد  
نبوی ہے کہ اپنے ماں باپ کو برا بھلا کہنا گناہ ہے لوگوں نے کہا کون ایسا کرے گا  
جواب دیا اگر آپ کسی کے ماں باپ کو گالی دو گے تو وہ تمہارے ماں باپ کو گالی  
دے گا اس لئے پہلے ہی رک جائو۔ اس انداز کا قانون سد زرع کیلئے ہی ہے۔ مگر  
امام شافعی اور ابو حنیفہ اسکو ذریعہ نہیں مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احتیاط کو قانون کا  
نام نہیں دیا جاسکتا۔

## عرف عام۔ رواج

[اگر وہ رواج قانون اسلامی سے نہ ٹکراتا ہو] مثلاً لفظ؛ عشق؛ کا اصل مفہوم عربی  
میں ایسی محبت ہے جسمیں: سیکس: ہو عرب میں اپنی ماں سے یا رسول سے عشق کا  
لفظ نہیں استعمال ہوتا ہے بلکہ: **حب**: یعنی محبت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مگر برصغیر میں عشق رسول ایک اچھی بات مانی جاتی ہے اور کسی کو سیکس کا تصور بھی نہیں ہوتا۔ اسی کا نام رواج یا عرف ہے خود قرآن نے کہا ہے۔

**فلیاکل بالمعروف**۔ یعنی جو عام طور پر کھایا جاتا ہے وہ کھائو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی سے کہا اگر تمہا شوہر تمہیں پیسہ نہیں دیتا تو چلو اپنے شوہر کی جیب سے اتنا نکال لیا کرو جتنے میں ایک عام ضرورت پوری ہو جائے

-

**تعامل سلف**۔ یعنی اکابرین اور اسلاف کا کیا عمل رہا ہے یہ بھی عرف کی ہی ایک قسم ہے۔ اسکو بھی کچھ لوگوں نے ذریعہ بنانے کی کشش کی ہے حالانکہ اس میں ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے آہستہ آہستہ اس میں اپنے اپنے بزرگوں کی

اندھی تقلید شروع ہو جاتی ہے اور پھر دوسروں سے تعصب پیدا ہونے لگتا ہے۔

اب اندازہ کیا جائے کہ اسلامی قانون کی لئے ایک نہایت صاف ستھرے ذہن اور عقل والے سکالر و کئی سخت ضرورت ہے اور انکے لئے تقریباً آٹھ فارمولے ایسے بنا دیے گئے ہیں جنکے ذریعہ وہ سکالر قانون بنانے میں مدد لے سکیں۔ مگر

اصل: سورسز: صرف اور صرف قرآن اور حدیث ہی ہونگے۔ باقی آٹھ صرف اسلئے ہیں کہ انکے ذریعہ قانونی پوائنٹ پر ریسرچ کی جاسکے۔ اور یہ ریسرچ پبلک کے عام آدمی نہیں کرے گے بلکہ اس سبجکٹ کے اتھارٹی والے اور

اتھانٹک افراد ہی ریسرچ کریں گے۔ کاش اس پوری ریسرچ کو تمام مذہبی سکالر حضرات آپس میں مشورہ کے کام میں لائیں [جس طرح ایک سائنسدان یا ایک ڈاکٹر یا انجینیر آپس میں ریسرچ کرتے ہیں اور پبلک میں جب لاتے ہیں جب کسی مسئلہ میں متحد ہو جاتے ہیں یا گورنمنٹ سے اسکی اجازت مل جاتی ہے] اگر ایسا کریں گے تو اختلافات کے سیلاب، تعصب کی آندھی سے بچے رہیں گے اور نہ پبلک میں کفریہ فتوے مشہور ہونگے نہ ہی کسی عالم مولوی کی امیج خراب ہوگی۔